تنزیل و تاویل

امثال القرآن

از جناب مولوی محمد ایوب صاحب جیراجپوری

[قرآنی مباحث میں امثال کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ قرآن کے ہر طالب علم کو ہوگا۔ یہ مثلیں اپنے اندر بے شمار اسرار اور حقائق کا خزانہ رکھتی ہیں، جن کے سمجھنے کے بعد قرآنی اعجاز بلاغت کا کمال معلوم ہوسکتا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ کا نام قرآنی بصیرت رکھنے والوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ موصوف کی مجتہدانہ ژرف نگاہی اور قرآن فہمی کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اپنی تصنیف اعلام الموقعین میں انھوں نے ایک مفید بحث خاص امثال القرآن کے متعلق فرمائی ہے۔ عام استفادہ کی خاطر اس کا آزاد ترجمہ ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں (ایوب جیراجپوری)]

تمثیل کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی غیر واضح اور غیر محسوس حقیقت کو مخاطب کے فہم سے قریب تر لانے کیلئے کسی ایسی چیز سے تشبیہ دی جائے جو واضح اور محسوس ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ جو چیز عام نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے تمثیل کے ذریعہ سے گویا اس کا مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ طرز بیان بڑی کثرت کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے کیونکہ جن حقائق سے وہ آگاہ کرنا چاہتا ہے وہ قریب قریب سب کے سب غیر مرئی و غیر محسوس

ہیں۔ لہذا قرآن مجید کی تمثیلات کا مضمون بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس میں تدبر کرنا مطالب قرآن کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

(۱) قرآن منافقین کے بارے میں کہتا ہے:-

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (بقرہ-۲)

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس کے آس پاس کی چیزیں چمک اٹھیں تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور ان کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا کہ ان کو کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ بہرے گونگے اندھے ہیں کہ وہ پھر (راہ راست پر) نہیں آ سکتے یا مثلاً آسمانی بارش آئی جس میں تاریکیاں ہیں اور گرج اور بجلی کڑک کا یہ حال ہے کہ وہ جان کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں اور چمک کا یہ زور ہے کہ آنکھیں اندھی ہوئی جاتی ہیں۔ اور کافروں کو چاروں طرف سے اللہ نے گھیر رکھا ہے۔ جب جب ان کے آگے بجلی چمکی وہ اس کی روشنی میں کچھ دور چل لیے اور جب ان پر تاریکی چھا گئی تو کھڑے (کے کھڑے) رہ گئے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتیں سلب کرے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حسب حال دو مثلیں بیان کی ہیں۔ ایک ناری دوسری آبی۔ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس میں فلسفۂ ہدایت کی گہری حکمت پنہاں ہے۔ یہی دونوں چیزیں (آگ اور پانی) روشنی اور زندگی کا سرچشمہ ہیں۔ آگ روشنی کی اصل ہے اور پانی زندگی کی اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے متعلق فرماتا ہے کہ اس کے اندر دلوں کے لئے زندگی اور نور ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام اس نے روح

اور نور رکھا ہے۔ اسے قبول کرنے والوں کو "احیاء" (زندہ) کہتا ہے جو روشنی میں ہیں، اور منکرین کو "اموات" (مردہ) بتاتا ہے جو تاریکی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ یہاں منافقین کی حالت اس مناسبت سے بیان کی ہے کہ انھوں نے وحی الٰہی کو دلیل راہ بنایا لیکن اپنی ہی خریدی ہوئی بدبختیوں کی بدولت اس پر قائم نہ رہ سکے اسی لئے ان کو اس شخص کے مشابہ قرار دیا ہے جس نے آگ جلائی روشنی حاصل کرنے اور بہرہ مند ہونے کے لئے لیکن اس کی یہ کوشش نتیجہ خیز نہ ہوئی۔ منافقین کی حالت اس سے بالکل ملتی جلتی ہے بایں طور کہ انھوں نے دائرہ اسلام میں قدم رکھا، اس کی روشنی میں چلنا چاہا، فوائد حاصل کئے، اس کے دامن میں پناہ لی اور مسلمانوں میں مل گئے لیکن چونکہ اس میل ملاپ کا محرک کوئی ایمانی جذبہ نہ تھا جس کا نور ان کے دلوں میں واقعۃً موجود ہوتا اس لئے اللہ نے اسلام کی یہ روشنی ان کے دلوں سے بجھا دی اور ان پر ظلمت و تاریکی کا پردہ ڈال دیا۔ ذرا قرآن کی اس حکمت پر بھی ایک نظر ڈالو کہ اس نے "ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ" (ان کی روشنی زائل کردی) کہا ہے "بنارھم" یعنی ان کی آگ بجھا دی نہیں کہا۔ آگ کی خاصیت روشنی بخشنا اور جلانا دونوں ہے۔ سو اللہ نے روشنی تو ان سے سلب کرلی اور جلانے کی تاثیر باقی رکھی اور ان کو تاریکیوں میں بھٹکتا چھوڑ دیا۔ یہی اس شخص کی صحیح تصویر ہے جس نے بینائی سے کام لیا پھر آنکھوں پر خود ہی پٹی باندھ لی۔ معرفت و ہدایت کی سعادت حاصل کی پھر خود ہی انکار و تکذیب کی لعنت اوڑھ لی۔ حدودِ اسلام میں داخل ہوا پھر باطنی لحاظ سے آپ ہی آپ الٹے پاؤں پھر گیا اور ادھر کا رخ نہ کیا۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ "وہ اب لوٹنے والے نہیں"۔

اب ذرا قرآن کی آبی تمثیل کے آئینہ میں بھی منافقین کی تصویر دیکھ لو۔ قرآن کہتا ہے کہ منافقین کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو چلتے چلتے زور شور کی بارش میں گھر گئے ہوں۔ بادلوں کی ہمہ گیر تاریکی ان پر مسلط ہے۔ ہولناک بجلیوں کی کڑک چمک ہے۔ ضعف قلب اور سراسیمگی سے ان کا برا حال ہے۔ تاریکی میں کبھی کبھی رہ رہ کر بجلی چمکتی ہے تو اس کی مدد سے دو قدم چل لیتے ہیں لیکن جب زور کی بجلی

کڑکتی اور کوندتی ہے تو ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور آنکھیں بند کرلیتے ہیں کہ کہیں صاعقۂ آسمانی آنہ لے اور تارحیات ٹوٹ نہ جائے۔ بس اسی طرح ان منافقین کے لئے بھی رحمت الٰہی کی وہ بارش جو قرآن کی صورت میں ہوئی، ان کی اپنی کمی عقل ضعف دماغ اور قلت علم وبصیرت کی وجہ سے زحمت بن گئی۔ قرآن کے احکام امرونہی، اس کی دعوتِ جہاد وقتال، اور نفس پرستوں پر اس کی زجروتوبیخ ان کے لئے بجلی کی کڑک اور چمک بن گئے جن کی تاب لانا ان کے بس میں نہ تھا۔ ہلکی ہلکی بے ضرر تعلیمات کی روشنی میں تو وہ کچھ چل لیتے ہیں۔ مگر جہاں آزمائش کے معاملات آجائیں، یا جہاں تاویلات کی گنجائش نہ دے کر دوٹوک فیصلہ کردینے والی آیت آجائے وہاں وہ سخت کشمکش اور پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا روز کا مشاہدہ ہے کہ جب گمراہ اور بدعتی فرقوں کے سامنے قرآن کی کوئی صریح آیت پیش کردی جاتی ہے تو وہ ایسے سٹ پٹاتے ہیں کہ گویا بکریوں کے سامنے شیر آگیا، حالانکہ قرآن کی آیت تو فی نفسہٖ رحمت ہے، مگر ان کے لئے سخت مصیبت بن جاتی ہے۔ اس کی چکا چوند میں وہ اٹا اور راستہ بھول جاتے ہیں اور اس کی آواز ان کے لئے بجلی کا کڑکا بن جاتی ہے جس سے جان بچانے کے لئے انہیں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینی پڑتی ہیں۔ ان کی یہ حالت کیوں ہوتی ہے؟ صرف اس بنا پر کہ ان کی عقلوں اور دلوں پر حق سے نامانوسیت اور بیگانگت کا پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے کمزور دل صفاتِ الٰہی کے روحانی بار کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے وہ اعراض ونفرت پر تل جاتے ہیں۔ ایسی ہی مثل ان مشرکوں کا (خواہ ان کے مختلف گروہ اپنے مشرکانہ خیالات میں کتنے ہی مختلف ہوں) حال بھی ہے جن کے سامنے خالص مسئلہ توحید مبرہن ہوکر آجاتا ہے اور قطعی دلائل ونصوص ان کے مشرکانہ اوہام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے ہیں تب بھی ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ان پر قرآن کی باتیں شاق گزرتی ہے اور وہ اس سے اس قدر وحشت کھاتے ہیں کہ اگر ان کا بس چلے تو اپنے کانوں کو بند کرنے میں بھی دریغ نہ کریں۔ اسی طرح اگر تم اصحابؓ سرورِ کونین صلعم سے

بھی دشمنی رکھنے والوں کو دیکھو گے تو انہیں بھی اسی مرض میں گرفتار پاؤ گے۔ جب خلفائے راشدین اور صحابہؓ کی حقانیت اور بزرگی ثابت کرنے والی صریح نصوص ان کے سامنے بے نقاب ہو کر آتی ہیں تو ان سے بڑھ کر کوئی حیران کیلئے سوہان روح نہیں ہوتی اور نہایت بے باکی کے ساتھ وہ ان حقائق کا انکار کر دیتے ہیں۔ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان تمام مرضائے قلوب کو منافقین کی اس معنوی حالت سے جس کی مثال اللہ نے بیان فرمائی ہے ایک خاص مناسبت ہے۔ اس لئے کہ ان کے حالات اور اعمال بالکل انھیں کے سے ہیں اور دلوں کی مشابہت ہی اعمال کی مشابہت کی باعث ہوتی ہے۔ ایک جماعت یا ایک فرد کے افعال و کردار میں اگر ہم رنگی ہے تو جان لو کہ ان کی کیفیت نفسی اور ان کی صورت روحانی میں بھی ضروری مشابہت ہے۔

(۲) سورۂ رعد میں اسی فلسفۂ ہدایت کو دوسرے پہلو سے بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مومنین کو سامنے رکھ کر ان کے بارے میں بھی یہی دونوں، ناری و مائی تمثیلیں بیان فرمائی گئی ہیں مگر دیکھو کہ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے:-

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ
أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا
وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ
أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ
الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً
وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ
كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ (رعد - ۲)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اپنی اپنی (سمائی کے) بقدر اس سے ندی نالے بہ نکلے۔ پھر (پانی کے) ریلے میں جھاگ بن کر اوپر اٹھ آئے۔ اسی طرح زیور یا دوسرے ساز و سامان بنانے کے لئے (معدنیات کو) جب لوگ آگ میں تپاتے ہیں تو ان میں بھی اسی طرح کا جھاگ ہوتا ہے۔ یوں اللہ حق و باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو رائگاں جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کے کام آتا ہے زمین میں ٹھیرا رہتا ہے اللہ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے

یہاں اللہ تعالے نے اپنی وحی کو جسے وہ قلب انسانی کو زندہ کرنے کے لئے اتارتا ہے پانی سے تشبیہ دی ہے جو زمین کو زندہ کرنے کے لئے برسایا جاتا ہے اور دلوں کو ندی نالوں سے تشبیہ دی ہے جس طرح ندی نالے آسمان کی بارش کو اپنی اپنی وسعت کے مطابق اپنے سینوں میں بھر لیتے ہیں اسی طرح انسانی قلوب بھی دریائے معرفت

سے بقدر ظرف لے لیتے ہیں۔ جو قلب جتنی زیادہ وسعت رکھتا ہے وہ اسی قدر علم و بصیرت کا خزانہ وحی الٰہی کے فیضانِ عام سے حاصل کر لیتا ہے۔ پانی کے ساتھ وحی اور ندی نالوں کے ساتھ قلوب کی تشبیہ کس قدر بلیغ ہے۔ پھر دیکھو بادلوں سے جب بارش ہوتی ہے اور زمین پر پڑ کر دھارے کی شکل میں بہنے لگتی ہے تو اس وقت زمین کی تمام غلاظتیں اور میل کچیل اور خس و خاشاک سب ابھر کر سطح آب پر آجاتے ہیں مگر چند لمحوں کے بعد کہیں ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا، اور وہی پاک صاف پانی باقی رہ جاتا ہے جو انسان کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح علم و بصیرت اور رشد و ہدایت کا آبِ حیواں بھی جب قلوب کی وادیوں میں اترتا ہے تو پہلے تمام دبی ہوئی کثافتوں کو ابھار دیتا ہے اور بالآخر نفسانی خواہشوں اور تشکک و اوہام کی گندگیوں کو فنا کر کے دلوں کو انوارِ الٰہی کا مہبط بنا دیتا ہے۔ اس کی مثال بعینہٖ دوا کی سی ہے جو جسم کے اندر داخل ہو کر تمام اخلاط جسم کو ابھار دیتی ہے اور مریض ایک طرح کی ناگواری محسوس کرتا ہے حالانکہ اخلاط کا ابھرنا دوا کے فوائد میں سے ہے کیونکہ وہ انھیں ابھارتی ہی اس لئے ہے کہ فنا کر دے، جیسا کہ اس کی فطرت کا خاصہ ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھو اور پھر حق و باطل کی باہمی آویزش کا تصور کرو۔ حق نمودار ہوتا ہے تو دلوں میں چھپی ہوئی باطل کی تمام قوتیں سر نکال لیتی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حق خود ہی کریدکر ان قوتوں کو ابھارتا ہے۔ تاکہ انھیں باہر نکال پھینکے۔ کچھ مدت تک تو وہ قوتیں ایک ہیجانی کیفیت میں ابھری رہتی ہیں لیکن آخر کار فنا ہو جاتی ہیں اور آئینۂ قلب بالکل صاف ہو کر چمک اٹھتا ہے۔ یہ تمثیل تو مائی تھی۔ ناری تمثیل بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے:۔

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ

اور یہ جو لوگ، زیور یا دوسرے ساز و سامان کے لئے (معدنیات کو) آگ میں تپاتے ہیں اس میں (بھی)، اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے

معدنیات جب آگ میں پگھلائی جاتی ہیں تو ان میں سے میل کا جھاگ اٹھتا ہے۔ اصل جوہر نیچے رہ جاتا ہے جو انسانی ضروریاتِ زندگی کے لئے کار آمد ہے اور جھاگ اوپر آ کر جھینٹ جاتا اور سوخت ہو جاتا ہے۔ ایمان و ہدایت کا معاملہ بھی ایسا ہی کچھ ہے۔ ایمان کی گرمی جب پہنچتی ہے تو مومن کے قلب کو اپنے اندر کی کثافتوں کا شدید احساس

ہوتا ہے اور وہ پریشان ہونے لگتا ہے۔ مگر یہ آگ شہوات اور شبہات کی گندگیوں کو اس طرح چھانٹ کر پھینک دیتی ہے جس طرح بھٹی کی آگ معدنیات کے میل اور زنگ کو۔ پھر جس طرح ملاوٹ نکل جانے اور سوخت ہو جانے کے بعد معدنیات کا خالص جوہر انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اسی طرح نورِ ایمان بھی قلب مومن میں متمکن ہو کر نہ صرف اس کو بلکہ اس کے ذریعہ سے ایک جہان کے جہان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۳) اب دنیوی زندگی اور صاحبِ دنیا کی مثال بیان کی جاتی ہے:۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ	دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے مثلاً ہم نے آسمان کا پانی
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ	برسایا اور اس سے زمین کی نباتات جس کو آدمی اور چوپائے کھاتے
الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى	ہیں سیراب ہوئی، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگھار کر لیا
اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ	اور خوشنما ہو چکی اور اہل زمین نے سمجھ لیا کہ اب وہ ان کی ہے
اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا	تو (ناگاہ) ہمارا حکم اس پر رات یا دن کے وقت نازل ہو گیا
اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ	اور ہم نے اس کا ایسا ستھراؤ کیا کہ گویا کل اس کا نام و نشان
بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ	ہی نہ تھا۔ جو لوگ سوچتے اور سمجھتے ہیں ان کے لئے ہم اپنی
یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (یونس ۔ ۳)	نشانیاں اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کی تشبیہ اس طرح دی ہے کہ دنیا جب زیب و زینت کے لباس میں بن سنور کر سامنے آتی ہے تو انسان اس پر مفتوں ہو جاتا ہے اور حصول دنیا ہی اپنا مطمح نظر قرار دے لیتا ہی حتی کہ یہ فریب نفس اُسے یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ اس زینتِ حیات کو اپنی ملک اور اپنے قبضۂ قدرت میں سمجھنے لگتا ہے۔ اس وقت یکایک کرشمۂ الٰہی نمودار ہوتا ہے اور اس کے ہاتھوں سے یہ محبوب ترین متاع چھین کر اسے خسران و ناکامی کی ناگہانی مصیبتوں اور حیرتوں میں چھوڑ جاتا ہے۔ اس کیفیت زندگی کی تشبیہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دی ہے جس پر بارش کی کرشمہ سازی سے نباتات کی ہری ہری چادریں بچھ جاتی ہیں اور اس باصرہ نواز منظر کو

دیکھ کر کسان بیخود و بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدا اسے یاد نہیں آتا نفس کے فریب میں آکر وہ اسے اپنی تدبر کا نتیجہ اور اپنی ملک سمجھنے لگتا ہے کہ اچانک حکم الٰہی جاری ہوتا ہے اور یہ سارا سامان غرور آفات و حوادث کی نذر ہو کر رہ جاتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے اس کا طلسم ظن و غرور ٹوٹ جاتا ہے اور اسے دکھائی دیتا ہے کہ جس جگہ اس کے خوش آئند تخیلات کی حسین عمارت قائم تھی وہاں شکستہ کھنڈروں کے نشان بھی اب موجود نہیں ہیں۔ یہی حال دنیا کی رعنائیوں اور اس کے پر امید اور خود فریب پرستاروں کا ہے اگر غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ دنیا اور دنیا پرست کی کتنی بلیغ تشبیہ ہے۔

ضمناً ایک اور نکتہ بھی سمجھ لو۔ چونکہ دنیا آفات و حوادث کا مرکز، اور اس کے بالمقابل جنت اطمینان و سکون اور عافیت و سلامتی کا گہوارہ ہے اس لئے قرآن اس تنبیہ اور تذکیر کے بعد وَاللّٰهُ يَدْعُوا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ کہہ کر جنت کی زندگی کی طرف بلاتا ہے۔ جنت کو دار السلام (سکھ کا گھر) کہنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ مقام اُن تمام آفتوں، پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے مامون ہے جن کی شکار دنیا بنی ہوئی ہے۔ قرآن بلا لحاظ خاص و عام سب کو اس آنند بھون کی طرف دعوت دیتا ہے کہ عدل الٰہی اسی کا مقتضی ہے، اگرچہ ہدایت و معرفت کی سعادت صرف انہیں کو حاصل ہوتی ہے جن کو پروردگار عالم اس عزت و شرف سے نوازتا ہے وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ الخ۔

(۴) قبول حق کی استعداد اور عدم استعداد کی تمثیل:۔

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ٥	دونوں فریقوں کی مثال اندھے، بہرے اور آنکھوں والے اور سننے والے کی سی ہے، کیا دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے، کیا تم لوگ غور نہیں کرتے؟

قرآن نے اس آیت میں کفار کا ذکر کرتے ہوئے ان کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ سننے سے معذور اور بصارت سے محروم ہیں۔ اور پھر ان کے مقابل مومنین کے اوصاف مثلاً ایمان، عمل صالح، محبت الٰہی

اور انابت الی اللہ وغیرہ کو بینائی اور سماعت سے تشبیہ دی۔ پہلے گروہ کو اندھا بہرا اس لئے کہا کہ ان کی پیشانی کی آنکھیں تو دیکھتی ہیں لیکن دلوں کی آنکھیں بے نور ہیں۔ حق کا بے نقاب چہرہ دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اسی طرح وہ اوپر کے کانوں سے تو سنتے ہیں مگر اندر کے کانوں تک آوازِ حق کا گذر نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تشبیہ ایسے شخص سے دی ہے جس کی دیکھنے اور سننے کی قوتیں سلب کر لی گئی ہوں کہ نہ وہ کسی چیز کو دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی بات سن سکتا ہے۔ دوسرا گروہ مومنین کا ہے جو بیدار مغز ہے، جس کے دل کی آنکھ بھی صحیح سلامت ہے اور کان بھی۔ اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے جو دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والا کان رکھتا ہے۔ یہ تمثیلیں بیان کر کے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے برابر ہونے کی خود نفی نہیں کرتا بلکہ مخاطبوں ہی کی عقل و فکر سے سوال کرتا ہے کہ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اس استفہام انکاری میں جو زور ہے وہ خود انکار کرنے میں کہاں ہو سکتا ہے۔

(۵) اولیاء مشرکین کی بے بسی کی مثال :۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥	جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

(عنکبوت۔ ۴)

یہاں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ مشرکین تو مکڑی کی طرح کمزور و ناتواں ہیں ہی لیکن ان کے اولیاء و شرکاء ان سے بھی زیادہ بے بس اور مجبور محض ہیں۔ سو ان مشرکین کی ذاتی کمزوری و بے چارگی اور پھر اپنے سے بھی بے بس تر اولیاء سے مدد و قوت حاصل کرنے کی مثال مکڑی اور اس کے گھر کی سی ہے۔ اس مثل کے تحت مشرکین کے انتہائی خسران کا ذکر ہے کہ اگرچہ وہ بے یار و مددگار ہیں لیکن وہ اپنی محرومی و

کمزوری کے نقطۂ کمال پر اس وقت پہنچے جب کہ انھوں نے اپنے سے بھی زیادہ مجبور مخلوق کو اپنا ولی و مددگار بنایا جن سے وہ سوائے ضعف و خسران کے کچھ نہیں پا سکتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مشرکین و کفار سبھی جانتے ہیں کہ تار عنکبوت کمزور ترین شے ہے پھر اس سے "لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ" کے ذریعہ ان کی واقفیت و علم کی نفی کیوں کی گئی ہے؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے۔ آیت کا مقصد ان کے اس علم کی نفی کرنا نہیں ہے کہ مکڑی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہے بلکہ اس علم کی نفی کرنا ہے کہ خدائے واحد کے سوا جو معبود اور اولیا ٹھیرائے جاتے ہیں ان کی قوت اور قدرت تار عنکبوت سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر وہ اس حقیقت کو جانتے ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہی اولیار ان کو قوت و جبروت بخشیں گے لیکن اس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے اور نہ کبھی ثابت ہوئی۔ اس مضمون کی بکثرت آیتیں ملتی ہیں جن میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً ایک جگہ قرآن کہتا ہے:-

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً	انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر بہت سے خدا بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے مددگار
لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ	ہوں گے۔ مگر وہ ہرگز مددگار نہ ہوں گے۔ قریب ہے کہ وہ خود ان کی
وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (مریم - ۵)	بندگی کا انکار کریں گے اور الٹا ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

دوسری جگہ ہے:-

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً	ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بہت سے خدا بنا لیے یہ سمجھ کر کہ وہ ان کی
لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ	مدد کریں گے۔ مگر وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بت پرستوں کے
وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (یٰسین - ۵)	لشکری بنے ہوئے قیامت میں خود جوابدہی کیلئے حاضر ہوں گے۔

ایک مقام پر مشرکین کی ہلاکت و تباہی بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ اور جب
فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ	تیرے پروردگار کا حکم (عذاب) آیا تو خدا کے سوا وہ جن معبودوں

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (ہود - ۹)

کو پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے (بلکہ) انہوں نے ان کی تباہی کچھ اور بڑھا دی۔

ان چاروں مقامات پر یہ حقیقت آشکارا کی گئی ہے کہ جس نے خدا کو چھوڑ کر شرکا اور اولیا کا دامن سربلندی وسرفرازی اور نصرت وامداد حاصل کرنے کے لئے پکڑا وہ ناکام رہا اور اس کی یہ عبادت مفید ومنفعت بخش ہونے کے بجائے الٹی وبال جان بن گئی۔ یہ مثل جو اوپر بیان ہوئی شرک کے ابطال، مشرکین کے خسران اور ان کے انجام کی ہولناکی اور تباہ کاری کی سب سے زیادہ روشن اور بلیغ تمثیل ہے۔ (باقی)

ترجمان القرآن کے سابق پرچے

ترجمان القرآن کے مندرجۂ ذیل سابق پرچوں کی دفتر ہذا کو ضرورت ہے۔ جو حضرات ان پرچوں کو قیمتاً فروخت کرنا چاہتے ہوں۔ یا جنکے پاس یہ پرچے فالتو موجود ہوں۔ وہ براہ کرم ان پرچوں کو بذریعہ ڈاک ہمارے پاس روانہ کردیں اور لفافہ پر اپنا مکمل پتہ تحریر فرمادیں تاکہ ۸ر فی پرچہ کے حساب سے اُن کو قیمت روانہ کی جاسکے

رسائل واخبارات کے ایڈیٹر صاحبان سے بھی گزارش ہے کہ اگر وہ مکمل فائل نہ رکھنا چاہتے ہوں۔ اور ان کے پاس یہ پرچے ہوں تو وہ بھی ان پرچوں کو بھجوا کر قیمت وصول کریں۔

سال ۵۲ھ	جلد ۲	عدد ۱	ماہ محرم
〃	جلد ۳	عدد ۲	ماہ شعبان
〃	جلد ۳	عدد ۳	ماہ رمضان
سال ۵۴ھ	جلد ۴	عدد ۱	ماہ محرم
〃	〃	〃 ۲	ماہ صفر
〃	〃	〃 ۳	ماہ ربیع الاول
〃	〃	〃 ۴	ماہ ربیع الثانی
سال ۵۶ھ	جلد ۱۰	عدد ۲	ماہ صفر
〃	〃	〃 ۳	ماہ ربیع الاول
〃	〃	〃 ۴	ماہ ربیع الثانی
〃	جلد ۱۱	〃 ۲	ماہ شعبان
〃	〃	〃 ۳	ماہ رمضان
سال ۵۸ھ	جلد ۱۲	عدد ۵	ماہ جمادی الاولیٰ
〃	〃	〃 ۶	ماہ جمادی الاخریٰ
〃	جلد ۱۳	〃 ۱	ماہ رجب

منیجر